چناب نگر مسلمانوں کے لیے ''نوگوایریا'' بن گیا

سیف اللہ خالد

ریاست کے اندر ریاست کیا ہوتی ہے۔ کسی نے دیکھنا ہو تو پنجاب کے ضلع چنیوٹ سے ملحق اس کی تحصیل چناب نگر (سابق ربوہ) کو دیکھ لے جہاں حکومت کا نہیں بلکہ مرزائی جماعت کا حکم چلتا ہے۔ وہاں سے اطلاعات موصول ہو رہی تھیں کہ ۲۸ رمئی کے دہشت گردانہ حملوں کی آڑ میں مرزائی جماعت کی سیکورٹی نے شہر کا کنٹرول کچھ اس طرح سنبھال لیا ہے کہ چاروں طرف سے شہر میں داخلی، خارجی راستے بھاری بلاک رکھ کر بند کر دیے ہیں صرف ایک راستہ کھلا ہے جہاں مرزائی سیکورٹی اور مرزائی انٹیلی جنس کی بھاری نفری مسلمانوں کو پریشان کرنے کی خاطر کھڑی ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ راستے بلاک کرنے کی خاطر رکھے گئے سیمنٹ کے بلاکز پر تھانہ چناب نگر لکھا ہوا ہے مگر وہاں ڈیوٹی دینے والے قادیانی جماعت کے اپنے لوگ ہیں جو ہر وقت مسلمانوں کی عزت نفس سے کھیلتے ہیں اور بعض اوقات تشدد کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ ان حرکتوں کے سبب چناب نگر سے گزر کر اپنے اپنے دیہات کو جانے والے مسلمان شدید پریشانی میں مبتلا ہیں۔ یہ نا کہ بندی دراصل ان قریباً ۵۰ ہزار دیہاتیوں کا محاصرہ ہے جن کے پاس آمدورفت کی خاطر چناب نگر سے گزرے بنا کوئی چارہ نہیں۔ ان شکایات کو آن گراؤنڈ چیک کرنے کا فیصلہ کر کے ایک روز قبل چناب نگر کا سفر اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ گرمی کہتے کسے ہیں۔ آگ برساتا سورج اور جسموں کے اندر چھید کرتی ہوئی لو۔ عینک کے باوجود آنکھیں سوج گئیں۔ خوفناک گرمی میں ایک بجے چناب نگر کی مین انٹرنس پر پہنچے تو ٹیلی فون سے ملنے والی اطلاع درست نظر آئی کہ صرف یہی شہر میں داخلے کا واحد راستہ ہے جہاں سیمنٹ کے بلاکس کی تین لائنیں لگی ہیں۔ میزبان نے ایک ایسے ساتھی کو ساتھ لیا تھا کہ جو کئی برس سے چناب نگر کا رہائشی ہے اور خیال تھا کہ اس کے ساتھ ہونے کے سبب کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے باوجود مرزائیوں کی اس انٹرنس پر رکنا پڑا۔ کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جانا ہے؟ کیوں جانا ہے؟ اس جیسے بے ہودہ سوالوں کے جواب میں انھیں بتایا گیا کہ جرنلسٹ ہوں۔ اس سے زیادہ بتانے کا پابند نہیں۔ چاروں طرف سے اس انداز میں گھیرنے والے قادیانی سیکورٹی کے اہلکاروں کا سوال تھا شناختی کارڈ دکھاؤ؟ ہم نے کہا کیوں؟ تم اپنی شناخت کراؤ کون ہو؟ کس نے یہ اختیار دیا کہ راہ چلتے لوگوں کو روک کر یوں پوچھ گچھ کرو؟ انہیں شاید اس انداز اور اس آہنگ میں سوالوں کی امید نہ تھی لہذا بوکھلاہٹ میں فوراً گھیرا مزید تنگ کرتے ہوئے کہا ہماری اجازت کے بغیر اب آپ جا بھی نہیں سکتے ہیں۔ موٹر سائیکل سے اترتے دیکھ کر دور کونے میں دبکے

پولیس والوں کو اٹھنا پڑا۔ ایک اے ایس آئی تھا۔ جسے ہمارا راہبر آج صبح ہی روکے جانے پر اپنی حیثیت یاد کروا چکا تھا۔ معاملہ بگڑتا دیکھ کر اس نے مرزائیوں کو اشارہ کیا اور ہمیں کہا آپ جائیں غلط فہمی ہوگئی تھی۔ راہبر نے بتایا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ یہاں تو لوگوں کو تشدد کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ ان کے شناختی کارڈ ضبط کر لیے جاتے ہیں کہ ہمیں اس کے اصلی ہونے پر شک ہے اور یہ سب کچھ پولیس کی موجودگی میں ہوتا ہے۔ ہمارا راہبر طیب چناب نگر کی دو میں سے ایک مسجد ''جامع مسجد احرار'' سے متعلق ہے اور اتنے عرصے سے یہاں رہ رہا ہے کہ ناکوں پر موجود سو سے زائد قادیانی اہلکار بھی اسے جانتے ہیں مگر وقفے وقفے سے اپنی طاقت دکھانا چونکہ معمول ہے لہذا اا توار کی صبح اسے روک کر کہا گیا تم افغان ہو۔ دھماکے کرتے ہو۔ اپنی شناخت کراؤ ورنہ ہمارے ساتھ چلو۔ کافی دیر تک تکرار کے بعد بھی جب پولیس اہلکار اس جھگڑے میں پڑنے پر آمادہ نہ ہوتے تو اس نوجوان نے اپنے مرکز فون کیا جہاں سے رابطہ کرنے پر مقامی ڈی ایس پی کو آنا پڑا اور یوں اسے وہاں سے گزرنے کی اجازت ملی۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد مجلس احرار کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کا صاحبزادہ قاسم کسی کام سے بازار گیا تو اسے روک گیا۔ ڈی ایس پی کی مداخلت یہاں بھی لازم قرار پائی اور حد تو یہ کہ اتوار کی درمیانی شب سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے صاحبزادے اور مجلس احرار کے امیر سید عطاء المہیمن کو روکنے کی کوشش کی گئی مگر شاید پولیس کی بروقت مداخلت یا کسی اور سبب پیر جی نے للکارا تو قادیانی اہلکار پیچھے ہٹ گئے اور کوئی بدمزگی نہ ہوئی۔ چناب نگر جو مسلمانوں کی طویل جدوجہد کے بعد ربوہ کے نام سے چھٹکارا پا سکا ہے، پہلے بھی یہاں آنا ہوتا رہا ہے مگر مرزائی لڑکوں کی جوغنڈہ گردی اس بار دیکھنے میں آئی پہلے کبھی نہ تھی شہر سے داخل ہوں تو آگے اقصی چوک میں ایک اور ناکہ آجاتا ہے۔ اس کے بعد آپ کو واضح طور پر احساس ہوتا ہے کہ ہراساں کرنے کی خاطر موٹر سائیکل سوار لڑکے ساتھ ساتھ چلتے اور اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ اس مختصر رپورٹ پر ایک ڈبل کیبن بھی مسلح گشت کرتی نظر آتی ہے۔ شہر میں ان گاڑیوں کے نمبر نوٹ کرنے کی حرکتیں بھی واضح دکھائی دیتی ہیں۔ مرکز احرار کے خطیب اور استاد مولانا محمد مغیرہ نے امت کو بتایا کہ معاملہ صرف ۲۸ مئی کی دہشت گردی کے بعد نہیں اس سے قبل بھی راتوں کو یہاں سے گزرنا ایک عذاب سے کم نہیں تھا۔ مگر اس واردات کے بعد اب دن کو گزرنا بھی کم اذیت ناک نہیں ہے۔ قادیانی لڑکے کس حد تک دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ چناب نگر کے تحصیل آفس میں ایک مسجد مسلمانوں نے ۱۹۷۶ء سے بنا رکھی ہے۔ مرزائیوں کے مرکز کے قریباً سامنے مسلمانوں کی یہ مسجد اس لیے ضروری تھی کہ سرکاری اداروں کے مسلمان ملازمین کی عبادت کا کوئی مرکز تو ہونا چاہیے تھا۔ لہذا یہ مسجد یہاں موجود ہے۔ ۲۸ مئی کے بعد اس مسجد کے خطیب اور انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نائب امیر مولانا شبیر عثمانی کو بھی ایسے ہی رویہ کا سامنا پرنا پڑا جب گذشتہ ہفتے وہ اپنے ۱۲ سالہ بیٹے کو ہمراہ لے کر اس مسجد میں نماز پڑھانے نکلے۔ انہیں پہلے تو مرکزی سڑک پر روکا گیا اس کے بعد شناخت کے مرحلہ سے گزر کر اقصی چوک پہنچے تو وہاں کے ناکہ پر انہیں بھی روک لیا گیا اور شناخت طلب کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ۳۶ برس سے اس شہر میں رہ رہے ہیں مگر اس کے باوجود انہیں گھیراؤ کر کے

اٹھانے کی کوشش کی گئی۔ مولانا کا کہنا ہے کہ لڑکوں کی بدتمیزی ایسی تھی کہ مقامی مرزائی جماعت کا اہم عہدیدار اور گلشن بیکری کا مالک بھی آ گیا اور مولانا کو راستہ بدلنے اور مسجد نہ جانے پر اصرار کرتا رہا مگر ان کا جمعہ لیٹ ہو رہا تھا، وہ نہ رکے۔ جھگڑا بڑھا تو مقامی ڈی ایس پی ایک بار پھر میدان میں آیا اس نے مولانا کو اسکارٹ کیا اور مسجد چھوڑ کر گیا۔ بعد ازاں ڈپٹی کمشنر کے سامنے احتجاج پر ان ناکوں پر پولیس بھی لگا دی گئی ہے مگر اس کا کردار خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں ہے۔ مرزائی کیا کر رہے ہیں پولیس ان کے ساتھ کیوں ہے اس حوالے سے چنیوٹ پریس کلب کے سیکرٹری جنرل اللہ رکھا نے بتایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ درجنوں کے حساب سے دیہات ایسے ہیں جن کا واحد راستہ چناب نگر سے ہو کر گزرتا ہے۔ ان میں ترکھانا والہ بائی پاس کے پاس سے لے کر آگے تک ان لوگوں کے پاس کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں۔ لہٰذا رات کو یہ لوگ خوفزدہ رہتے ہیں اور سفر سے گریز اختیار کرتے ہیں۔ ان دنوں دن کے وقت بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ اسی طرح پریس کلب کے ایک اور کارکن جو مقامی اخبار ''فخر چنیوٹ'' کے نام سے شائع کرتے ہیں کچھ عرصہ قبل ان کا نام قادیانیوں کی ایک لڑائی میں ڈال دیا گیا حالانکہ ان کا اس پورے واقعے سے تعلق نہیں ہے۔ چودھری اللہ رکھا نے بتایا کہ مسلمان دیہات کے لوگ اتنے بے بس ہیں کہ چنیوٹ شہر سے کوئی ٹرانسپورٹ ان کو چھوڑنے نہیں جاتی کیونکہ قادیانی تشدد کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال چند ماہ قبل پکڑے ایک ''دہشت گرد'' کی ہے جو بے چارہ رکشہ ڈرائیور تھا اور سواریاں آگے کے ایک گاؤں میں چھوڑ کر آ رہا تھا اس طرح کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ بعد ازاں جب شہر میں گھوم پھر کر حالات دیکھنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ چند موٹر سائیکل سوار اور ایک ڈبل کیبن مستقل ہمارے ساتھ ساتھ چلتی رہی ان کی ہاتھوں میں جدید رائفلیں اور بلٹ پروف جیکٹیں یہ بتانے کو کافی تھیں کہ ہم اس وقت حکومت پاکستان کی عملداری سے باہر ہیں۔ مولانا شبیر عثمانی نے بتایا کہ ان کا گھر چناب نگر کی بیرونی بستی مسلم کالونی میں ہے وہاں سے مسجد تین کلومیٹر دور ہے۔ مگر قادیانیوں نے خوف اس قدر پھیلا رکھا ہے وہ نماز پڑھانے جاتے وقت یہ تین کلومیٹر کا سفر طے کر کے گھر خیریت کی خبر دینا پڑتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس حوالے سے مرزائی جماعت کے ترجمان نے کہا کہ ہمارے خلاف دہشت گردی کی وارداتیں ہو رہی ہیں ہمیں حق ہے کہ اپنی حفاظت کا بندوبست کریں۔ بیرونی ناکوں پر ہمارے جوان اس لیے تعینات ہیں کہ ہمیں پولیس پر اعتبار نہیں ہے۔ ہم کسی کو دھمکانا نہیں چاہتے لیکن مشکوک لوگوں کو چیک کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ ڈی ایس پی رانا اسلم خان سے جب رابطہ کیا گیا تو انہوں نے تسلیم کیا کہ شروع کے چند روز تو قادیانی خود سارا کام کرتے رہے ہیں۔ اشتعال کا ماحول تھا اس لیے بدمزگی سے بچنے کی خاطر ہم نے احتیاط کا مظاہرہ کیا مگر اب بیرونی ناکہ پر پولیس کے جوان ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف بیرونی ناکہ پر ہی پولیس کے دو جوان ہوتے ہیں وہ بھی غیر متعلق۔ شہر کے اندر ریاست کی اجازت کیوں؟ حکومت کارروائی کیوں نہیں کرتی۔ کیا حکمران اس بات کے منتظر ہیں کہ مقامی مسلمان مشتعل ہوں اور نقصِ امن پیدا ہو۔

(مطبوعہ: روزنامہ امت کراچی، ۲۲ر جون ۲۰۱۰ء)